حج کی تاریخ

برادران اسلام۔ پچھلے خطبہ میں آپکو بتا چکا ہوں کہ حج کی ابتدا کس طرح اور کس غرض کے لیے ہوئی تھی۔ یہ بھی آپکو بتا چکا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو اسلامی تحریک کا مرکز بنایا تھا اور یہاں اپنے سب سے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بٹھایا تھا تاکہ آپکے بعد وہ اس تحریک کو جاری رکھیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت اسماعیل کے بعد انکی اولاد کب تک اُس دین پر قائم رہی جس پر اُن کے باپ انکو چھوڑ گئے تھے۔ بہرحال چند صدیوں میں یہ لوگ اپنے بزرگوں کی تعلیم اور انکے طریقے سب بھول بھال گئے اور رفتہ رفتہ ان میں وہ سب گمراہیاں پیدا ہوگئیں جو دوسری جاہل قوموں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اسی کعبہ میں جسے ایک خدا کی پرستش کے لیے دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا گیا تھا، سینکڑوں بت رکھدیئے گئے اور غضب یہ کہ خود حضرت ابراہیم اور اسماعیل کو بھی بت بنا ڈالا گیا جنکی ساری زندگی بتوں ہی کی پرستش مٹانے میں صرف ہوئی تھی۔ ابراہیم حنیف کی اولاد نے لات، منات، ہُبَل، نَسر، یَغُوث، عُزّیٰ، اَساف، نائلہ اور خدا جانے کس کس نام کے بت بنائے اور انکو پوجا۔ چاند، عطارد، زہرہ، زحل اور معلوم نہیں کس کس ستارے کو پوجا۔ جن بھوت، پریت، فرشتوں اور اپنے مردہ بزرگوں کی روحوں کو پوجا۔ اور انکی جہالت کا زور یہاں تک بڑھا کہ جب گھر سے نکلتے اور اپنا خاندانی بت انہیں پوجنے کو نہ ملتا تو راستہ چلتے میں جو اچھا سا چکنا سا پتھر مل جاتا اسی کو پوج ڈالتے، اور پتھر بھی نہ ملتا تو مٹی کو پانی سے گوندھ کر ایک پنڈا سا بنا لیتے اور بکری کا دودھ چھڑکتے ہی وہ بے جان پنڈا اُن کا خدا بن جاتا۔ جس مہنت گری اور پنڈتائی کے خلاف اُن کے باپ ابراہیم علیہ السلام نے عراق میں لڑائی کی تھی، وہ خود انہی کے

گھر میں گھس آئی۔ کعبہ کو انہوں نے عرب کا ہردوار یا بنارس بنا لیا، خود وہاں کے مہنت بن کر بیٹھ گئے، حج کو تیرتھ جاترا بنا کر اس گھر سے جو توحید کی تبلیغ کے لیے بنا تھا، بت پرستی کی تبلیغ کرنے لگے، اور پجاریوں کے سارے ہتھکنڈے اختیار کر کے انہوں نے عرب کے دور و نزدیک سے آنے والے جاتریوں سے نذر چڑھاوے وصول کرنے شروع کر دیے۔ اس طرح وہ سارا کام برباد ہو گیا جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کر کے گئے تھے، اور جس مقصد کے لیے انہوں نے حج کا طریقہ جاری کیا تھا اُس کی جگہ کچھ اور ہی کام ہونے لگے۔

اس جاہلیت کے زمانہ میں حج کی جو گت بنی اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ یہ ایک میلہ تھا جو سال کے سال لگتا تھا۔ بڑے بڑے قبیلے اپنے اپنے جتھوں کے ساتھ یہاں آتے اور اپنے اپنے پڑاؤ الگ ڈالتے۔ ہر قبیلے کا شاعر یا بھاٹ اپنی اور اپنے قبیلے والوں کی بہادری، نام وری، عزت، طاقت اور سخاوت کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا، اور ہر ایک ڈینگیں مارنے میں دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتا، یہاں تک کہ ایک دوسرے کی ہجو تک نوبت پہنچ جاتی۔ پھر فیاضی کا میچ ہوتا۔ ہر قبیلے کے سردار اپنی بڑائی جتانے کے لیے دیگیں چڑھاتے، اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے اونٹ پر اونٹ کاٹتے چلے جاتے۔ اس فضول خرچی سے ان لوگوں کا مقصد اسکے سوا کچھ نہ تھا کہ اس میلے کے موقع پر اُن کا نام سارے عرب میں اونچا ہو جائے، اور یہ چرچے ہوں کہ فلاں صاحب نے اتنے اونٹ ذبح کیے اور فلاں صاحب نے اتنوں کو کھانا کھلایا۔ ان مجلسوں میں راگ، رنگ، شراب خواری، زنا اور ہر قسم کی فحش کاری خوب دھڑلے سے ہوتی تھی اور خدا کا خیال مشکل ہی سے کسی کو آتا تھا۔ کعبہ کے گرد طواف ہوتا تھا، مگر کس طرح؟ عورت مرد سب ننگے ہو کر گھومتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اُسی حالت میں خدا کے سامنے جائیں گے جس میں ہماری ماؤں نے ہمیں جنا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی مسجد میں عبادت ہوتی تھی، مگر کیسی؟ تالیاں پیٹی جاتیں، سیٹیاں بجائی

جاتیں اور نرسنگھے پھونکے جاتے۔ خدا کا نام پکارا جاتا تھا مگر کس شان سے؟ کہتے تھے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک الا شریکاً ھو لک تملکہ وما ملک (یعنی میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا ہونے کی وجہ سے تیرا شریک ہے، تو اُس کا بھی مالک ہے اور اُسکی ملکیت کا بھی مالک ہے)۔ خدا کے نام پر قربانیاں بھی کرتے تھے، مگر کس بدتمیزی کے ساتھ؟ قربانی کا خون کعبہ کی دیواروں سے لتھیڑا جاتا اور گوشت دروازے پر ڈالا جاتا، اس خیال سے کہ نعوذ باللہ یہ خون اور گوشت خدا کو مطلوب ہے۔ حضرت ابراہیم نے حج کے چار مہینوں کو حرام ٹھیرایا تھا اور ہدایت کی تھی کہ ان مہینوں میں کسی قسم کی جنگ و جدل نہ ہو۔ یہ لوگ اس حرمت کا کسی حد تک خیال رکھتے تھے، مگر جب لڑنے کو جی چاہتا تو ڈھٹائی کے ساتھ ایک سال حرام مہینہ کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال اُس کا بدلہ کر دیتے تھے۔

پھر جو لوگ اپنے مذہب میں نیک نیت تھے انہوں نے بھی جہالت کی وجہ سے عجیب عجیب طریقے ایجاد کر لیے تھے۔ کچھ لوگ بغیر زادِ راہ لیے حج کو نکل کھڑے ہوتے اور مانگتے کھاتے چلے جاتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ نیکی کا کام تھا۔ کہتے تھے ہم متوکل ہیں، خدا کے گھر کی طرف جا رہے ہیں تو دنیا کا سامان کیوں لیں؟ عموماً حج کے سفر میں تجارت کرنے یا کمائی کے لیے محنت مشقت کرنے کو ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ بہت سے لوگ حج میں کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے اور اسے بھی داخل عبادت سمجھتے تھے۔ بعض لوگ حج کو نکلتے تو بات چیت کرنا ترک کر دیتے۔ اس کا نام حج مصمت، یعنی گونگا حج تھا۔ اسی قسم کی اور غلط رسمیں بے شمار تھیں جن کا حال بیان کر کے میں آپکا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔

یہ حالت کم و بیش دو ہزار برس تک رہی۔ اس طویل مدت میں کوئی نبی عرب میں پیدا نہیں ہوا نہ کسی نبی کی خالص تعلیم عرب کے لوگوں تک پہنچی۔ آخر کار حضرت ابراہیم کی اُس دعا کے پورے ہونے کا وقت آیا جو انہوں نے کعبہ کی دیواریں اٹھاتے وقت اللہ سے مانگی تھی، یعنی "پروردگار! ان کے درمیان

ایک پیغمبر خود انہی کی قوم میں سے بھیجو جو انہیں تیری آیات سنائے اور کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور انکے اخلاق درست کرے"۔ چنانچہ حضرت ابراہیم ہی کی اولاد سے پھر ایک انسانِ کامل اٹھا جس کا نام پاک محمد ابن عبداللہ تھا، صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس طرح حضرت ابراہیم نے پنڈتوں اور مہنتوں کے خاندان میں آنکھ کھولی تھی، اسی طرح حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُس خاندان میں آنکھ کھولی جو صدیوں سے کعبہ کے تیرتھ کا مہنت بنا ہوا تھا۔ جس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے ہاتھ سے خود اپنے خاندان کی مہنتی پر ضرب لگائی، اسی طرح آنحضرت نے بھی اس پر صرف ضرب ہی نہیں لگائی بلکہ ہمیشہ کے لیے اسکی جڑ ہی کاٹ کر رکھدی۔ پھر جس طرح حضرت ابراہیم نے تمام باطل عقیدوں اور تمام جھوٹے خداؤں کی خدائی مٹانے کے لیے جدوجہد کی تھی اور ایک خدا کی بندگی پھیلانے کی کوشش کی تھی، بالکل وہی کام آنحضرت نے بھی کیا، اور پھر اسی اصلی اور بے لوث دین کو تازہ کردیا جسے حضرت ابراہیم لے کر آئے تھے۔ ۲۱ سال کی مدت میں جب یہ سارا کام آپ مکمل کر چکے تو اللہ کے حکم سے آپ نے پھر اسی طرح کعبہ کو تمام دنیا کے خدا پرستوں کا مرکز بنانے کا اعلان کیا، اور پھر وہی منادی کی کہ سب طرف سے حج کے لیے اس مرکز کی طرف آؤ:۔

وَلِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران - ۱۰)	اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو کوئی اِس گھر تک آنے کی قدرت رکھتا ہو وہ حج کے لیے آئے۔ پھر جو کفر کرے (یعنی قدرت کے باوجود نہ آئے) تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

اس طرح حج کا از سرِ نو آغاز کرنے کے ساتھ ہی جاہلیت کی وہ ساری رسمیں بھی یک قلم مٹادی گئیں جو پچھلے دو ہزار برس میں رواج پا گئی تھیں۔

میلے ٹھیلے اور تماشے بند کیے گئے اور حکم دیا گیا کہ جو طریقہ عبادت کا بتایا جا رہا ہے اسی طریقہ سے یہاں اللہ کی عبادت کرو:

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ	اللہ کو یاد کرو اُس طرح جیسی تمہیں اللہ نے ہدایت کی ہے
كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ (بقرہ-۲۵)	ورنہ اس سے پہلے تو تم گمراہ لوگ تھے۔
فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ	حج میں نہ شہوانی افعال کیے جائیں، نہ فسق و فجور ہو،
وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ (بقرہ-۲۵)	نہ لڑائی جھگڑے ہوں۔

شاعری کے دنگل، باپ دادا کے کارناموں پر فخر اور شیخی اور ہجوگوئی کے پیچ سب بند کر دیے گئے:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا	پھر جب اپنے مناسک حج ادا کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادا
اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ-۲۵)	کا ذکر کیا کرتے تھے اب اللہ کو یاد کیا کرو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

فیاضی کے مقابلے جو محض دکھاوے اور نام وری کے لیے ہوتے تھے ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا اور اسکی جگہ وہی حضرت ابراہیم کے زمانہ کا طریقہ پھر زندہ کیا گیا کہ محض اللہ کے نام پر جانور ذبح کیے جائیں تاکہ خوشحال لوگوں کی قربانی سے غریب حاجیوں کو بھی کھانے کا موقع مل جائے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا	کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنیوالوں
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (اعراف-۳)	کو پسند نہیں کرتا۔
فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا	ان جانوروں کو خالص اللہ کے لیے اُسی کے نام پر قربان
صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا	کرو، پھر جب انکی پیٹھیں زمین پر ٹھیر جائیں (یعنی جب جان
مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج-۵)	پوری طرح نکل چکے اور حرکت باقی نہ رہے) تو خود بھی ان

میں سے کھاؤ اور قانع کو بھی کھلاؤ اور حاجت مند سائل کو بھی۔

قربانی کے خون کعبہ کی دیواروں سے لتھیڑنا اور گوشت لاکر ڈالنا موقوف کیا گیا اور ارشاد ہوا:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا	اللہ کو ان جانوروں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے

وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج - ۵) بلکہ تمہاری پرہیزگاری وخداترسی پہنچتی ہے۔

برہنہ ہوکر طواف کرنے کی قطعی ممانعت کردی گئی اور فرمایا گیا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (اعراف - ۴) اے نبی ان سے کہو کہ کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کیا جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی تھی (یعنی لباس)؟

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (اعراف - ۳) اے نبی کہو کہ اللہ تو ہرگز بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف - ۳) اے آدمی زادو! ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (یعنی لباس) پہنے رہا کرو۔

حج کے مہینوں کا الٹ پھیر کرنے اور حرام مہینوں کو لڑائی کے لیے حلال کرلینے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا:

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (التوبہ - ۵) نسی تو کفر میں اور زیادتی ہے (یعنی کفر کے ساتھ ڈھٹائی کا اضافہ ہے) کافر لوگ اس طریقہ سے اور زیادہ گمراہی میں پڑتے ہیں۔ ایک سال ایک مہینہ کو حلال کرلیتے ہیں اور دوسرے سال اُس کے بدلہ میں کوئی دوسرا مہینہ حرام کردیتے ہیں تاکہ جتنے مہینے اللہ نے حرام ٹھیرائے ہیں ان کی تعداد تو پوری کردی جائے مگر اس بہانے سے دراصل اُس چیز کو حلال کرلیا جائے جسے اللہ نے حرام کیا تھا۔

زادِ راہ لیے بغیر حج کے لیے نکلنے کو ممنوع ٹھیرایا گیا اور ارشاد ہوا کہ:

تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (بقرہ - ۲۵) زادِ راہ ضرور لو کیونکہ (دنیا میں زادِ راہ نہ لینا زادِ آخرت نہیں ہے) بہترین زادِ آخرت تو تقویٰ ہے۔

سفرِ حج میں کمائی نہ کرنے کو جو نیکی کا کام سمجھا جاتا تھا، اور روزی کمانے کو ناجائز خیال کیا جاتا تھا اسکی تردید کی گئی:-

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (بقرہ - ۲۵)	کوئی مضائقہ نہیں اگر تم کاروبار کے ذریعہ سے اپنے رب کا فضل تلاش کرتے جاؤ۔

گونگے حج اور بھوکے پیاسے حج سے بھی روکا گیا اور ایسی ہی جاہلیت کی دوسری تمام رسموں کو مٹا کر حج کو تقویٰ، خدا ترسی، پاکیزگی اور سادگی و درویشی کا مکمل نمونہ بنا دیا گیا۔ حاجیوں کو حکم دیا گیا کہ جب اپنے گھروں سے چلو تو اپنے آپ کو تمام دنیوی آلائشوں سے پاک کر لو، شہوات کو چھوڑ دو، بیویوں کے ساتھ بھی اس زمانہ میں تعلق زن و شو نہ رکھو، گالی گلوچ اور تمام بیہودہ اعمال سے پرہیز کرو۔ کعبہ کی طرف آنے والے جتنے راستے ہیں، اُن سب پر بیسیوں میل دور سے ایک ایک حد مقرر کر دی گئی کہ اس حد سے آگے بڑھنے سے پہلے سب لوگ اپنے اپنے لباس بدل کر احرام کا فقیرانہ لباس پہن لیں تاکہ سب امیر و غریب یکساں ہو جائیں اور سب کے سب اللہ کے دربار میں فقیر بن کر عاجزانہ شان کے ساتھ حاضر ہوں۔ احرام باندھنے کے بعد انسان کا خون بہانا تو درکنار جانور تک کا شکار کرنا حرام کر دیا گیا تاکہ امن پسندی پیدا ہو، بہیمیت دور ہو جائے اور طبیعتوں پر روحانیت کا غلبہ ہو۔ حج کے چار مہینے اسلیے حرام کیے گئے کہ اس مدت میں کوئی لڑائی نہ ہو، کعبہ کو جانے والے تمام راستوں میں امن رہے، اور زائرین حرم کو کوئی نہ چھیڑے۔ اس شان کے ساتھ جب حاجی حرم میں پہنچیں تو ان کے لیے کوئی میلہ ٹھیلہ، کھیل تماشا، ناچ رنگ وغیرہ نہیں ہے۔ قدم قدم پر خدا کا ذکر ہے، نمازیں ہیں، عبادتیں ہیں، قربانیاں ہیں، کعبہ کا طواف ہے اور اگر کوئی پکار ہے تو یہ ہے:

لبیک اللھم لبیک، لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک	تیری طلب پر حاضر ہوں، میرے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، یقیناً تیرے ہی لیے حمد ہے، سب نعمت تیری ہی ہے، ساری بادشاہی تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

ایسے ہی پاک صاف، بے لوث اور مخلصانہ حج کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ۔ جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں شہوات اور فسق و فجور سے پرہیز کیا وہ اس طرح پلٹا جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

اب قبل اسکے کہ آپ کے سامنے حج کے فائدے بیان کیے جائیں، یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ یہ فرض کیسا فرض ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ	اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی
مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ	قدرت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔ اور جس نے کفر کیا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران-۱۰)	تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

اس آیت میں قدرت رکھنے کے باوجود قصداً حج نہ کرنے کو کفر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسکی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو حدیثوں سے ہوتی ہے:

من ملك زاداً و راحلة تبلغه	جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے بیت اللہ
الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت	تک پہنچ سکتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اُس کا اِس حالت پر
يهودياً او نصرانيا۔	مرنا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے۔
من لم يمنعه من الحج حاجة	جس کو نہ تو کسی صریح حاجت نے حج سے روکا ہو، نہ کسی ظالم
ظاهرة او سلطان جائر او مرض حابس	سلطان نے، نہ کسی روکنے والے مرض نے اور پھر اس نے
فمات ولم يحج فليمت ان شاء	حج نہ کیا ہو اور اسی حالت میں اسے موت آجائے تو اسے
يهوديا وان شاء نصرانيا۔	اختیار ہے خواہ یہودی بن کر مرے یا نصرانی بن کر۔

اور اسی کی تفسیر حضرت عمرؓ نے کی جب کہا کہ "جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا

جی چاہتا ہے کہ اُن پر جزیہ لگادوں ۔ وہ مسلمان نہیں ہیں ، وہ مسلمان نہیں ہیں "۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور رسول و خلیفۂ رسول کی اس تشریح سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ فرض ایسا فرض نہیں ہے کہ جی چاہے تو ادا کیجیے اور نہ چاہے تو ٹال دیجیے ۔ بلکہ یہ ایسا فرض ہے کہ ہر اس مسلمان کو جو کعبہ تک جانے آنے کا خرچ رکھتا ہو اور ہاتھ پاؤں سے معذور نہ ہو، عمر میں ایک مرتبہ اسے لازماً ادا کرنا چاہیے ، خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو، اور خواہ اسکے اوپر بال بچوں کی اور اپنے کاروبار یا ملازمت وغیرہ کی کیسی ہی ذمہ داریاں ہوں ۔ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانے کر کے سال پر سال یونہی گزارتے چلے جاتے ہیں ، اُن کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے ۔ رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض اُنکے ذمہ ہے ، دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں ، کعبۂ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گذر جاتے ہیں ، جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے ، اور پھر بھی حج کا ارادہ تک اُن کے دل میں نہیں گزرتا ، وہ تو قطعاً مسلمان نہیں ہیں ، جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ، اور قرآن سے جاہل ہے جو اُنہیں مسلمان سمجھتا ہے ۔ اُنکے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اٹھتا ہو تو اٹھا کرے ، اللہ کی اطاعت اور اُس کے حکم پر ایمان کا جذبہ تو بہرحال اُن کے دل میں نہیں ہے ۔